کلکتہ کا علمی سفر

از:- قاضی اطہر مبارکپوری

اسے اتفاق ہی کہنا چاہیے کہ راقم اپنے علمی اسفار میں مغرب میں بحر اطلس کے افریقی سواحل تک جا چکا ہے مگر مشرق میں اب تک بہار، بنگال نہیں پہنچ سکا تھا، پچھلے دنوں بہار کی دہلیز یعنی آرہ بھوج پور تک جانا ہوا تھا اور اب ۷ ربیع الثانی ۱۴۰۸ھ (۲۹ نومبر ۱۹۸۷ء) کو ایک علمی و دینی تقریب کے سلسلے میں ادارہ ترجمہ و تالیف کی دعوت پر کلکتہ جانا ہوا، اور مولانا ابوسلمہ شفیع احمد صاحب بہاری رح متوفی ۷ ربیع الثانی ۱۴۰۶ھ (۲۳ دسمبر ۱۹۸۵ء) کے یادگاری مجلہ کے اجراء کی تقریب میں شرکت ہوئی۔

مولانا ابوسلمہ شفیع احمد بہاری رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۱۲ء میں بہار شریف میں پیدا ہوئے اپنے دیار میں تعلیم حاصل کر کے دارالعلوم دیوبند اور جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں آخری تعلیم پائی، ان کے اساتذہ و شیوخ میں مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی کے علاوہ ادیب شہیر مولانا ابوعبداللہ محمد بن یوسف سورتی رحمہم اللہ ہیں۔ فراغت کے بعد مختلف مدارس میں تعلیمی خدمات انجام دیں۔ آخر میں کلکتہ کو اپنی علمی، دینی اور ملّی سرگرمی کا مرکز بنایا اور عمر کا بیشتر حصہ وہیں گذار کر وہیں سپرد خاک ہوئے۔ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں حدیث و تفسیر کے پروفیسر اور میدان کلکتہ کے امام عیدین تھے، اس کے ساتھ وہاں کی مختلف مساجد میں درس قرآن کی خدمت انجام دی، اور ہر قسم کی علمی، دینی و اصلاحی تحریکات میں پیش پیش رہے، حدیث سے خصوصی تعلق و شغف تھا۔ متعدد کتابوں کے مصنف تھے، ۱۹۵۰ء سے ۱۹۶۲ء تک حدیث سے متعلق ان کے تحقیقی مضامین و مقالات شائع ہوتے رہے، آخر ادارہ

ترجمہ و تالیف قائم کر کے اس سے کئی معیاری کتابیں شائع کیں، یہ ادارہ مولانا مرحوم کے صاحبزادے مولانا محمد طلحہ ابوسلمہ ندوی کی نظامت میں چل رہا ہے۔ ایک مرتبہ حج و زیارت کے سفر میں راقم ان کے ہمسفر تھا اس کے بعد سے تعلقات نہایت خوشگوار تھے۔ مولانا نے بیہقی رح کی معرفۃ السنن والآثار کا پہلا حصہ شائع کیا، اسی طرح ابن حزم کی کتاب "اسماء الصحابۃ الرواۃ وما لکل واحد من العدد" اپنے ہاتھ سے کتابت کر کے شائع کی، یہ دونوں علمی تحفے راقم کے پاس ہیں۔

کلکتہ میں راقم کا قیام جناب حاجی منصور احمد صاحب کے دولتکدہ پر رہا۔ حاجی صاحب کلکتہ کے مشہور اور ہر دلعزیز قومی و ملی کارکن ہیں۔ ذاتی کاروبار ہے، نہایت خلیق اور علم و علماء کے قدرداں ہیں مشاہیر علماء ان کے یہاں قیام میں ہر قسم کی راحت محسوس کرتے ہیں، انتظامات کی مصروفیات کے باوجود مولانا محمد طلحہ ابوسلمہ بار بار خبر گیری کرتے رہے اور راحت رسانی کی کوشش میں لگے رہے۔ ان کا خلوص یاد رہے گا، ۲۹ نومبر کا دن تا دیر و احباب و مخلصین کی دید و ملاقات میں گذرا۔ پروگرام کے مطابق مغرب کے بعد مسلم انسٹی ٹیوٹ ہال کلکتہ میں یادگاری جلسہ ہوا۔

اہل علم اور ارباب ذوق سے پورا ہال بھرا ہوا تھا۔ جلسہ کی صدارت مشہور عالم و محقق عربی زبان کے ادیب اور مصنف مولانا ابوالمحفوظ الکریم صاحب معصومی پروفیسر حدیث و تفسیر مدرسہ عالیہ نے فرمائی اور ان کے پرمغز علمی خطبہ صدارت سے جلسہ کی ابتدا ہوئی۔ یوں تو مولانا موصوف سے غائبانہ علمی استفادہ برابر رہا ہے اور ان کے علمی و تحقیقی اور ادبی و تاریخی مضامین و مقالات عربی، اردو کے رسائل و مجلات میں پڑھتا رہا، مگر ملاقات اب ہوئی۔ اور ایسی ہوئی کہ تلافی ما فات ہو گئی۔

تلاوت قرآن، حمد و نعت اور خطبہ صدارت کے بعد حاجی منصور احمد صاحب اور مولانا محمد طلحہ ابوسلمہ صاحب نے ادارہ ترجمہ و تالیف کی کارگذاری پیش کی۔ اس کے بعد راقم کے ہاتھوں

یادگاری مجلہ کا اجراء یوں ہوا کہ ہیں نے اس کی ایک جلد کلکتہ کے مشہور قومی دملی رہنما جناب فاروق اعظم صاحب کی خدمت میں پیش کی، مقررین میں مولانا منت اللہ صاحب رحمانی، مولانا معین الدین صاحب قاسمی، مولانا محمد تسلیم صاحب : مولانا ضیاء الہدیٰ صاحب قادری، مولانا عبدالمنان صاحب استاد مدرسہ عالیہ، جناب سیف الدین صاحب کشمیری : جناب عبدالرزق صاحب انصاری، سابق ایم ایل اے وغیرہ نے مولانا ابوسلمہ شفیع احمد صاحب کے علمی و دینی حالات و خدمات کو بیان کرکے بہترین خراج عقیدت پیش کیا۔

راقم نے مولانا مرحوم سے اپنے تعلق اور ان کی علمی، دینی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ان کی علمی یادگار ادارۂ ترجمہ و تالیف کے کاموں کو آگے بڑھانے میں کلکتہ کے اہل علم تعاون کریں۔ یہاں دارالمصنفین اور ندوۃ المصنفین جیسے ادارے قائم ہو سکتے ہیں۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے دور سے یہ شہر علم و علماء اور تصنیف و ترجمہ اور نادر و نایاب کتابوں کی طباعت و اشاعت کا مرکز رہا ہے۔ یہاں رائل ایشیاٹک سوسائٹی، مدرسہ عالیہ اور نیشنل لائبریری جیسے ایشیا کے عظیم علمی ادارے ہیں یہ علمی وسائل و اسباب دوسرے شہروں کو حاصل نہیں ہیں۔

یہ خالص علمی تقریب تین گھنٹے تک جاری رہی۔ خاتمہ پر ماکول و مشروب سے حاضرین کی تواضع کی گئی، بہ عجلت واپسی کی کوشش کے باوجود سفری مشکلات کی وجہ سے دو دن دوشنبہ اور سہ شنبہ کو رکنا پڑا۔ یہ دونوں دن اس اعتبار سے بڑے کار آمد ثابت ہوئے کہ کلکتہ کے بعض اہل علم سے ملاقات اور بعض علمی اداروں کے دیکھنے کا موقع ملا۔ جواں سال عالم مولانا ابوصالح رضوان الکریم صاحب ایم اے نے مجھے کئی اہل علم سے ملایا اور علمی اداروں میں لے گئے، میں ان کا شکر گذار ہوں۔

پھر ان کے ہمراہ پروفیسر محمد صابر خاں صاحب کے یہاں حاضری ہوئی۔ موصوف کلکتہ کے مشہور ریسرچ اسکالر اور اسلامیات نگار ہیں۔ زیادہ دن ہوئے بمبئی میں ان سے ملاقات ہوئی تھی، گھر پر بھی آئے تھے، خط وکتابت بھی رہتی تھی، ان کو میری خبر ایسے وقت

ہوئی جب وہ سفر پر روانہ ہو رہے تھے خط لکھ کر مجھے اپنی قیام گاہ پر دعوت دی، میں حاضر ہوا تو بڑے خلوص اور تپاک سے ملے۔ ان دنوں ایک ادارہ بنام المجمع الرابطة الثقافية بين الهند والعرب۔ قائم کر رکھا ہے وقتاً فوقتاً اس کے جلسے ہوتے ہیں۔ اس سے متعلق ایک کتابچہ بھی مجھے دیا اور اسی موضوع سے متعلق مضمون کی فرمائش کی۔

پروفیسر محمد صابر خاں صاحب سے مل کر پروفیسر مسعود حسن صاحب، سابق صدر شعبہ عربی مولانا آزاد کالج کلکتہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ موصوف بیمار تھے، رات کے جلسہ میں شریک نہ ہونے پر معذرت کرتے رہے ضعف و نقاہت کے باوجود دیر تک علمی گفتگو کرتے رہے۔ موصوف نے امام ابن حزم کی کتاب "جمهرة انساب العرب" بڑی محنت سے ایڈٹ کی تھی، مگر جب استاذ عبد السلام ہارون کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ یہ کتاب ۱۳۸۲ھ میں دار المعارف قاہرہ سے شائع ہو گئی تو پروفیسر صاحب نے اس کی اشاعت کا خیال ترک کر دیا، میں نے جمهرة انساب العرب لابن حزم مطبوعہ قاہرہ ۱۳۸۲ھ میں مدینہ منورہ سے ۵۰ ریال میں خریدی ہے۔ موصوف نے مجھے ابن حزم کی کتاب "مراتب الاجماع" پر اپنا ایک تحقیقی مقالہ عنایت فرمایا جو مجلہ علوم اسلامیہ علی گڑھ میں دسمبر ۱۹۶۷ء میں شائع ہوا تھا۔

مولانا رضوان الکریم ہی کے ساتھ نیشنل لائبریری کے شعبۂ علوم مشرقیہ کی مختصر سیر کی یہاں کے انتظامات اور لکھنے پڑھنے والوں کے لئے آسانی آرام اور سہولت دیکھ کر حیرت ہوئی۔ اسی کے ساتھ متقدمین علمائے اسلام کی علمی و تحقیقی خدمات کی قدر و قیمت بڑھ گئی کہ ہمارے اسلاف نے ان وسائل کی نایابی کے باوجود تصنیف و تالیف اور تحقیق کا اتنا عظیم اور مستند سرمایہ جمع کر دیا ہے جس کے پڑھنے کے لئے ایک عمر چاہیے۔

دوسرے دن مولانا حکیم محمد زماں صاحب حسینی کی ملاقات کے بعد دوپہر میں مدرسہ عالیہ جانا ہوا وہاں سے مولانا ابو محفوظ الکریم صاحب معصومی کے ساتھ رائل ایشیاٹک سوسائٹی میں گیا۔ مولانا کے ساتھ ہی مدرسہ میں کھانا کھایا اور اسی میں ظہر کی نماز پڑھی۔ مدرسہ عالیہ

۱۷۸۰ء میں سیالدہ کے قریب بیٹھک خانہ روڈ پر کرایہ کی عمارت میں جاری ہوا تھا تقریباً دو سال کے بعد اس کی ذاتی عمارت تیار ہوئی۔ موجودہ عمارت ۱۸۲۴ء میں بنی اور جون ۱۸۲۷ء میں اس میں باقاعدہ تعلیم شروع ہوئی۔ تقسیم ملک کے بعد ۱۹۴۷ء میں مدرسہ عالیہ اور اس کا کل اثاثہ ڈھاکہ منتقل ہوگیا اور ۴ر اپریل ۱۹۴۹ء میں دوبارہ کلکتہ میں جاری ہوا، اس کے پہلے صدر مولانا عبدالحلیم صاحب صدیقی رحؒ ہوئے۔

مدرسہ عالیہ میں ظہر کی نماز کے بعد مولانا معصومی صاحب کی رہنمائی میں ایشیاٹک سوسائٹی جانا ہوا جو مدرسہ سے قریب ہی واقع ہے۔ اس مجمع علمی کا قیام ۱۷۸۴ء ہوا اس کا محرک کلکتہ ہائی کورٹ کا جج مسٹر ولیم جونس تھا جو عربی اور فارسی کا زبردست عالم محقق تھا اور اٹھائیس ۲۸ زبانوں سے واقف تھا اس کا انتقال ۱۷۹۴ء میں سینتالیس سال کی عمر میں ہوا۔

اس ادارہ کی طرف سے مختلف علوم وفنون کی بہت سی نادر ونایاب کتابیں یہی بار چھپکر شائع ہوئیں مثلاً حافظ ابن حجر رحؒ کی الاصابۃ فی تمییز الصحابہ ستر ہ جلدوں میں سب سے پہلے یہیں چھپی۔ اس کی تحقیق تعلیق کلکتہ کے مشہور عالم و محقق شمس العلماء اخوندکار عبدالحی صاحب متوفی ۱۹۵۶ء نے کی تھی۔ ۱۳۵۲ھ میں الاصابہ، آٹھ جلدوں میں مصر سے شائع ہوئی جو اسی کلکتہ والے نسخہ کی نقل مع بعض اضافات کے ہے۔ اس کے پہلے صفحہ پر یہ عبارت روشن ہے طبعت هذه النسخة المطبوعة سنة ١٨٥٣م فی بلدة کلکتہ۔ مگر مجھکو بتایا گیا کہ اس کی اشاعت کلکتہ میں ۱۸۷۰ء کے درمیان ہوئی تھی۔ مولانا منت اللہ صاحب رحمانی نے برسبیل تذکرہ بتایا کہ جامعہ رحمانیہ مونگیر میں یہ نسخہ ستر ہ جلدوں میں موجود ہے یہیں سے سب سے پہلے امام واقدی کی کتاب المغازی چھپ کر شائع ہوئی، اس کا ایک نسخہ دارالمصنفین میں موجود ہے، نیز یہیں سے امام سیوطی کی تاریخ الخلفاء ۱۸۵۷ء میں شائع ہوئی، میرے نانا مرحوم مولانا احمد حسین صاحب رسول پوری رحؒ کے کتب خانہ میں اس کا ایک نسخہ ہے۔ ان کے علاوہ اور بہت سی کتابیں پہلی بار ایشیاٹک سوسائٹی سے شائع ہوئی ہیں۔

یہ سوسائٹی اپنی جدید، شاندار وسیع وعریض اور کئی منزلہ عمارت میں کتابوں کی ایک

دنیا ہے۔ معلوم ہوا کہ ساڑھے تین لاکھ سے زائد کتابیں ہیں جن میں مطبوعات کے علاوہ مخطوطات
کا بیش بہا خزانہ ہے۔ مخطوطات کی مطبوعہ فہرست سرسری طور سے دیکھی۔ ایک الفی قرآن شریف
بڑے سائز پر نہایت اچھی حالت میں دیکھا، دو صفحہ میں ایک پارہ ہے یعنی ساٹھ صفحات (تیس
ورق میں) تیسوں پارے ہیں اور سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ ہر صفحہ حرف الف سے شروع
ہوتا ہے، کاتب نے یہ خوبی دکھائی ہے کہ تمام سطریں یکساں ہیں۔ اسی کے باوجود ہر صفحہ الف سے
شروع ہوتا ہے، نہایت خوش خط اور حروف صاف ہیں۔ کاتب کا نام اور سنہ کتابت نہیں ہے
بادشاہ نامہ کا ایک مخطوطہ دیکھا جو شاہ جہانی کے دورِ سلطنت کی تاریخ ہے، اس کی جلد
دوم کے پہلے صفحہ پر حاشیہ میں خود شاہ جہاں کے دست کی یہ تحریر ہے، "ایں نیاز مند
درگاہ الٰہی حررہ شاہ جہاں بادشاہ بن جہانگیر بادشاہ بن اکبر بادشاہ غازی"

ولی دکنی کے دیوان کا ایک مخطوطہ خستہ حال میں تھا جس پر ۱۱۴۲ھ لکھا تھا۔ ایک
اور کتاب "فرہنگ اورنگ" نام کی تین ضخیم جلدوں میں تھی، جس میں دنیا بھر کے حیوانات
طیور، وحوش، حشرات الارض، نباتات، جمادات اور احجار کریمہ کا تفصیلی
حال اور ہر چیز کی تصویر تھی۔ حیرت ہوئی کہ ان تمام جانوروں اور چیزوں کا حال
اور ان کی تصویر گذشتہ زمانہ میں کیسے حاصل ہوئی جبکہ اس ترقی کے دور میں بھی ان کا
ملنا بیحد مشکل ہے اور کتاب پر کاتب کا نام اور سنہ وغیرہ درج نہیں تھا۔ پتر بھوج
پر تقریباً پانچ ہزار سال پرانی تحریریں دیکھیں، اشوک کے دور کا ایک سنگین کتبہ بھی
دیکھا۔ تھوڑے وقت میں جو دیکھ سکا غنیمت تھا۔

سوسائٹی میں مولانا معصومی کے دو اہل علم دوستوں کے ساتھ عصر اور مغرب کی
نماز پڑھی۔ یہ دونوں حضرات اسی میں شعبہ عربی و فارسی کے انچارج ہیں، نہایت علم دوست
خلیق اور ملنسار ہیں، اسی میں چائے نوشی بھی ہوئی۔ مغرب کے بعد یہاں سے واپسی پر
مولانا معصومی کی قیامگاہ پر حاضری ہوئی، وہاں مجلۃ العربی علی گڑھ کا ضخیم نمبر دیکھا

جو مشہور عربی کے ادیب و محقق مولانا عبدالعزیز میمنی راجکوٹی کی خدمات و حالات پر مشتمل تھا اس میں مولانا معصومی صاحب کا عربی زبان میں ایک نہایت فصیح و بلیغ اور طویل قصیدہ تھا جس میں مولانا نے میمنی صاحب کے ہمدرس اصحاب علم کا تذکرہ کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مشہور ادیب و شاعر شیخ محمد طیب مکی متوفی ۱۳۲۳ھ معلم مدرسہ عالیہ رامپور کے تلامذہ میں میمنی کے زملاء میں راقم کے نانا مولانا احمد حسین صاحب رسول پوری متوفی ۱۳۵۹ھ اور مولانا ظفر الدین صاحب بہاری بھی تھے اور یہ تینوں حضرات اپنے اپنے فن میں باکمال ہوئے۔ مولانا میمنی نے عربی زبان کے ادیب و محقق کی حیثیت سے وہ شہرت و ناموری پائی کہ عرب ادباء فخریہ ان کو اپنا استاذ تسلیم کرتے ہیں۔ مولانا ظفر الدین صاحب نے صحیح البخاری کے وزن پر صحیح البہاری تصنیف کی اور راقم کے نانا نے تدریسی و تصنیفی خدمات انجام دینے کے ساتھ عربی زبان کے صاحب دیوان شاعر ہوگئے ہیں تو ان کے عربی اشعار و قصائد کو دیوان احمد کے نام سے ۱۳۷۷ھ میں شائع کیا ہے، بعض قصائد پر مولانا شیخ محمد طیب عرب مکی صاحب کی تصحیح اور دستخط ہے۔ نانا مرحوم کے تلامذہ میں مولانا ابو محفوظ الکریم معصومی کے بڑے بھائی مولانا ڈاکٹر صغیر حسن معصومی ایم اے، ڈی ... سابق صدر شعبہ عربی ڈھاکہ یونیورسٹی و اسلام آباد یونیورسٹی مقیم پاکستان بھی ہیں جن سے راقم کی ملاقات کچھ دنوں پہلے اسلام آباد میں ہوئی تھی اور ان کے چھوٹے بھائی سے اب ملاقات ہوئی ——— مولانا معصومی نے مجھے اپنا عربی زبان کا ایک مطبوعہ مقالہ دیا جس میں علامہ محمد مرتضیٰ حسینی بلگرامی زبیدی کے دو نایاب عربی رسالے آداب الطریقۃ النقشبندیہ کی تصحیح و تعلیق ہے اور اسی مناسبت سے علامہ زبیدی بلگرامی کے حالات نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ یہ مقالہ بڑے سائز کے ۸۷ صفحات میں ہے۔

چند سال ہوئے رسالہ برہان دہلی میں ایک صاحب نے علامہ زبیدی کے حالات نہایت کریہہ انداز میں پیش کئے تھے۔ نیز آجکل بعض عرب فضلاء علامہ زبیدی کو بلگرامی کے بجائے یمنی اور عربی ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اس مقالہ سے ان دونوں غلطیوں کی تصحیح ہوجاتی ہے۔

قیام کلکتہ کے دوران ایک دن عصر کی نماز کے بعد مولانا ابو سلمہ شفیع احمد صاحب کی تعمیر کردہ مسجد میں مصلیوں کو خطاب بھی کیا۔ یہ مسجد نہایت وسیع و عریض اور حسین و جمیل ہے۔ بالائی حصہ زیر تعمیر ہے اور کام جاری ہے۔

(ماہنامہ دار العلوم اپریل ۱۹۸۶ء)